قوتکم﴾(هود: ۵۲)

فائدہ (7) اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرما کر اس کو اپنی رحمت کا مستحق ٹھہرایا۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کے مشن میں ابلیس ناکام و نامراد ہوا۔پس ابلیس کو ناکام بنانے کا واحد راستہ صرف یہی ہے کہ بنی آدم ہمیشہ اللہ کی طرف رجوع کرتے رہیں۔(القرطبی ۱/۲/۱ ۳ بتصرف)

فائدہ (8) امام طبری فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ نے آدم علیہ السلام کی کیفیت توبہ اور اس کی قبولیت کا تذکرہ فرمایا اور اس سے پہلے ﴿کیف تکفرون بالله و کنتم امواتا﴾ میں کفار اور مشرکین کے کفر اور ضلالت کا ذکر آیا تھا۔ان دونوں آیات کے مفہوم کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کفار کو تنبیہ کر رہا ہے جس طرح آدم علیہ السلام توبہ کر کے گناہوں سے پاک ہوئے تمہارے لیے بھی توبہ کا راستہ اختیار کر کے اپنے کفر وضلالت سے نکل کر ہدایت کے روشن راستے کی طرف لوٹنے کا زرین موقع میسر ہے۔(الطبری)

فائدہ (9) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی کے مبارک اسماء میں سے (التواب) اور (الرحیم) کے اثبات کے لئے بھی دلیل ہے۔ان دونوں ناموں سے قبول توبہ اور رحم کرنے کی صفت اور فعل بھی ثابت ہوتا ہے۔

بندوں پر بھی اپنے محدود دائرے میں کسی پر رحم کر سکنے کی وجہ سے ''رحیم'' کا اطلاق ہوا ہے۔فرمان نبوی ہے: ''الراحمون یرحمهم الرحمن'' (ترمذی). اور اسی طرح '' تواب'' بھی بندے کے لیے بولا جاتا ہے :(ان الله یحب التوابین) (البقرة: ۲۲۲) لیکن اس سے اللہ کی طرف ہی رجوع کرنا مراد ہے۔ جبکہ اللہ کے مبارک نام (التواب) اور (الرحیم) سے مراد وہ مخصوص صفات الٰہیہ ہیں جن پر اللہ کے علاوہ کوئی قادر نہیں ہے۔(ومن یغفر الذنوب الا الله) اور اسی کی طرف یہاں ضمیر فصل کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے۔﴿انه هو التواب الرحیم﴾

یہاں سے یہود ونصاری کے اس غلط عقیدے کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لیے اپنے پادریوں اور پیروں کو باقاعدہ فیس دے کر ان سے ''مغفرت کا چیک'' وصول کر لیتے ہیں۔آج کل تو بہت سے جاہل مسلمان بھی ان سے متاثر ہو کر اسی طرح کے خام خیالات رکھتے ہیں، جو کہ سراسر باطل ہے۔کوئی عالم یا ولی اللہ کسی کے گناہ معاف نہیں کر سکتا۔زیادہ سے زیادہ اس کے حق میں دعا کر سکتا ہے۔(القرطبی، ابن العثیمین، معارف القرآن)

☆☆☆☆☆

درس حدیث

ضرر رسانی کی ممانعت

ثناءاللہ عبدالرحیم

عن عبادة بن الصامتؓ ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قضى أن:

" لاضــــرر ولا ضــــرار" "حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ بے شک اللہ کے نبی ﷺ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ دین اسلام میں کسی کو ضرر پہنچانا اور ضرر کا انتقام لینا جائز نہیں۔"

تخریج: مؤطا امام مالک ۲/ ۷۴۶ ،سنن ابن ماجه ۲/ ۷۸۴ حديث رقم ۲۳۴۰ باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره، سنن الدارقطنى ۴/ ۲۲۸ ،

حدیث ہذا کے مختلف طرق:

{1} قال ابن ماجة حدثنا محمد بن يحيى ثنا عبدالرزاق انبأنا معمر عن جابر الجعفى عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (لاضرر ولا ضرار) ابن ماجة ۲/ ۷۸۴ حديث ۲۳۴۱ . لیکن اس سند میں جابر الجعفى متهم ہے۔

{2} امام دارقطنی اور امام بیہقی نے عن عثمان بن محمد ثنا الدراوردى عن عمرو بن يحيى المازنى عن ابيه عن ابى سعيد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "لاضرر ولا ضرار، من ضار ضره الله ومن شاق شق الله عليه"

امام حاکم نے اس سند کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، جبکہ امام بیہقی نے اس حدیث کو عثمان بن محمد کا تفرد شمار کیا ہے۔(جامع العلوم والحكم ۳۶۹)

{3} امام مالک نے اس حدیث کو عمرو بن يحى عن ابيه مرسلاً بیان کیا ہے۔(مؤطا امام مالک ۲/ ۷۴۶)

{4} ابن ماجہ کی روایت عن عبادة بن الصامت میں امام ابن المدینی وابوزرعہ نے فرمایا یہ روایت ایک صحیفہ سے لی گئی ہے اور یہ سند منقطع ہے۔ چونکہ اس میں اسحاق بن طلحة یا ابن الوليد ہے، یہ دونوں راوی

ضعیف ہیں اور عبادۃ بن صامت سے ان کا سماع ثابت نہیں۔(جامع العلوم و الحکم ص ۳۶۹)

{5} امام دارقطنی نے عن عمرۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاضرر ولا ضرار روایت نقل کیا ہے۔لیکن اس میں واقدی متروک راوی ہے۔

{6} امام دارقطنی نے عن ابن عطاء عن ابیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاضرر ولا ضرورۃ ،ولا یمنعن احدکم جارہ ان یضع خشبہ علی حائطہ روایت کی ہے لیکن اس میں ابن عطاء ضعیف ہے۔

{7} روی کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاضرر ولا ضرار. قال ابن عبدالبر اسنادہ غیر صحیح

امام ابن رجب فرماتے ہیں اس میں کثیر بن عبداللہ ہے جبکہ امام ترمذی اس کی احادیث کو صحیح گردانتے ہیں اور امام بخاری اس کی چند احادیث کے متعلق فرماتے ہیں (اصح حدیث فی الباب) امام ابراھیم بن المنذر الخزامی اور ابن ابی عاصم اس کی احادیث کو حسن قرار دیتے ہیں۔

ائمہ کے اقوال:

امام نووی نے فرمایا: حدیث (لاضرر ولا ضرار) مجموعِ طرق سے حسن ہے۔

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں: (ھذا الحدیث اسندہ الدارقطنی من وجوہ ومجموعھا یقوی الحدیث ویحسنہ وقد تقبلہ جماھیر اھل العلم واحتجوا بہ) (الاربعین للنووی ۷۴ امع شرح مجتبی السعیدی، جامع العلوم والحکم ۳۷۱)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ ان احادیث میں سے ہے جن پر فقہ کا دارومدار ہے۔" (سنن ابی داؤد حدیث ۳۶۳۵) نیز اسی معنی کی احادیث بکثرت موجود ہیں۔لہٰذا یہ حدیث مجموعی لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں اور یہ قابل استدلال وحجت ہے۔

الفاظ کی تشریح

(لاضرر ولاضرار) "ضرر" نفع کی ضد ہے اور یہ ضر اور ضارہ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کہ کسی کو

ضرر (نقصان) نہ پہنچاؤ اور مطلقاً کسی کا کوئی نقصان نہ کرو۔

فؤاد عبدالباقی فرماتے ہیں: (الضرر خلاف النفع، والضرار من الاثنين فالمعنى ليس لأحد أن يضر صاحبه بوجه ولا لاثنين كل منهما صاحبه ظنا انه من باب التبادل فلا اثم فيه) ''یعنی ضرر نفع کی ضد ہے اور ضرار ایک دوسرے کو نقصان دینا، پس حدیث کا یہ معنی ہے: کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مطلقاً اپنے ساتھی کو نقصان دے اور نہ ایک دوسرے کو نقصان بطور انتقام دے۔'' (تعليقات سنن ابن ماجه ۲/۷۸۴)

ضرر اور ضرار میں فرق:

بعض علماء کے نزدیک ان دونوں الفاظ میں کوئی فرق نہیں ہے، جبکہ بعض دوسرے علماء نے ضرر اور ضرار میں فرق بیان کیا ہے کہ:

ضرر نقصان کا نام ہے یعنی دین اسلام میں ضرر کا تصور ہی نہیں اور ضرار نقصان اور ضرر والے کام کو کہا جاتا ہے۔ پس جب اسلام میں ''ضرر'' کا تصور ہی نہیں، تو ضرر رسانی اور دوسرے پر ناحق ضرر کا داخل کرنا کیسے جائز ہوگا؟ اور بعض نے کہا کہ ضرر کے معنی یہ ہیں انسان کا دوسرے کو اپنے فائدے کی خاطر نقصان دینا، جبکہ ضرار دوسرے کو نقصان دینا اگر چہ اپنا اس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ مثلاً کسی آدمی کو اپنے پاس سے گزرنے والا پانی پینے سے روکتا ہے جبکہ پانی متوفر ہے، نہر سے جاری وساری ہے اور اس آدمی کو پینے سے روکنے والے کا کوئی فائدہ نہیں۔

بعض نے کہا: الضرر: ان يضر بمن لايضره، والضرار ان يضر بمن قد اضره به على وجه غير جائز یعنی ضرر وہ ہے جس میں دوسرے شخص کو نقصان اور ضرر دے، جس نے اس کو ضرر و نقصان نہیں دیا تھا اور ضرار یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو نقصان پہنچائے جس نے اس کو ناحق کبھی نقصان پہنچایا تھا۔ یعنی ضرر مطلقاً نقصان دینا اور ضرار انتقاماً نقصان دینا۔'' ملاحظہ ہو (جامع العلوم والحكم ۳۷۱، تعليق ابن ماجه ۲/۷۸۴)

تشریح و مسائل:

دین اسلام میں حسن معاشرت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس کی از حد تلقین کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے (المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده) ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (صحیح البخاری، ادب حدیث ۶۰۱۶) اور اس حدیث میں بھی اس مفہوم کو باختلاف

الفاظ یوں بیان فرمایا کہ اسلام میں کسی کو ضرر پہنچانا جائز نہیں اور اگر کسی نے ضرر پہنچایا ہو تو اس کے بدلے میں بھی ضرر نہیں پہنچانا چاہیے۔ مسلمان کو دوسرے پر زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ زیادتی کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔ دشمنان دین کے ساتھ جہاد وقتال کے مواقع پر بھی اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھنے کا حکم ہے۔ اس صورت میں بھی زیادتی کی اجازت نہیں دی گئی۔ فرمایا﴿وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان الله لایحب المعتدین﴾(البقرة: ۱۹۰) ''تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال ولڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے'' اور فرمایا﴿ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا﴾(المائدة: ۲) ''جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا ان کی دشمنی تمہیں زیادتی پر نہ اکسائے۔'' بہر حال اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں ہر قسم کی خوبیاں موجود ہیں۔ ان خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان تو مسلمان کسی کافر کے ساتھ بھی زیادتی اور ناروا سلوک کرنے سے منع کیا ہے۔

مسائل:

۱۔ ناحق کسی پر ضرر نقصان پہنچانا حرام ہے۔ لیکن ایک شخص اگر شرعی ضرر کا لائق ہو جائے تو ضرور ضرر پہنچایا جائے گا مثلا: ایک شخص اللہ تعالی کی حدود کو پامال کرے تو اس کے جرم کے مطابق سزا اور ضرر پہنچانا مثلا چور کا ہاتھ کاٹ لیا جائے گا، شادی شدہ زانی پر حد رجم لگایا جائے گا، غیر شادی شدہ کو ایک سو کوڑے مار کر ایک سال جلا وطن کیا جائے گا، قاتل کو قتل کیا جائے گا یا اس سے دیت لی جائے گی، مرتد کو قتل کیا جائے گا۔ علی ہذا القیاس مجرم پر تمام شرعی تعزیری سزائیں نافذ ہوں گی، اگرچہ بظاہر اس میں ضرر ہے۔

۲۔ اقسام ضرر:

ضرر کی بنیادی صورتیں دو ہیں:

پہلی صورت: وہ ضرر یا نقصان جس میں صرف دوسرے کا نقصان مطلوب ہوتا ہے، نقصان پہنچانے والے کا کوئی فائدہ یا غرض شامل نہیں ہوتا، اس قسم کے حرام اور قبیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

قرآن مجید میں کئی جگہوں پر اس قسم کے ضرر کی ممانعت آئی ہے:

{1} وصیت میں ضرر: قال تعالی:﴿من بعد وصیة یوصی بها او دین غیر مضار﴾

(النساء: ۱۲) میت کی جائداد اس کی وصیت کو پورا کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد تقسیم کی جائے اور کسی کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔

وصیت میں ضرر کی صورتیں:

(۱) مورث بعض ورثاء کو اس کے مقررہ شرعی حصے سے زیادہ دینے کی وصیت کرتا ہے جس سے اس کے دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا(ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث) ''اللہ نے ہر صاحب حق کو اپنا حق دیا ہے، لہذا کسی وارث کے لیے وصیت درست نہیں۔'' اور فرمایا(من ضار أضر اللہ بہ ومن شاق شاق اللہ علیہ) ''جو شخص کسی کو ضرر پہنچائے اس کے بدلے میں اللہ تعالی اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی کو مشقت میں ڈالے اس کے بدلے اللہ تعالی اسے مشقت میں ڈالے گا۔ (سنن ابی داؤد حدیث ۳۶۳۵) ''لہذا اگر کسی مرنے والے نے کوئی خلاف شریعت وصیت کی ہو یا وہ عمداً کسی وارث کے حصے میں کمی کرنے اور کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر وصیت کر جائے تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔

(۲) وصیت میں اضرار کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی اجنبی کے لیے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرے جس سے ورثاء کے حقوق میں کمی ہوتی ہے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا(الثلث والثلث کثیر) ''ایک تہائی حصہ وصیت کر، حالانکہ یہ بھی زیادہ ہے۔ اس لیے علماء فرماتے ہیں اگر کسی نے ثلث سے زیادہ وصیت کی ہو تو جب تک ورثاء اجازت نہ دیں اس کی وصیت نافذ العمل نہیں ہوگی۔

{2} رجوع میں ضرر:

ضرر رسانی طلاق کے بعد رجوع کرنے میں بھی ہوتا ہے۔ قال تعالی ﴿فأمسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا﴾ ''جب مطلقہ عورتوں کی عدت پوری ہونے لگے تو رجوع کر کے ان کو حسن معاشرت کے ساتھ بیوی بنا کر رکھ لو یا اچھے طریقے سے ان کی عدت پوری ہونے دو اور ان کو بطور ایذا رسانی رجوع کر کے تنگ مت کرو۔'' لہذا اگر کوئی آدمی اپنی مطلقہ سے محض اس وجہ سے رجوع کرے جس میں صرف اس کو ضرر دینا مقصود ہو تو جائز نہیں اور یہ انسانیت اور اخلاق کے بالکل منافی ہے۔

{3} ایلاء میں ضرر:

ایلاء یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات نہ رکھنے کی قسم کھاتا ہے۔ایسی صورت میں دین اسلام نے اس کے لئے صرف چار مہینے کی اجازت دی ہے، اسی مدت کے اندر اگر اس نے اپنی قسم توڑی اور کفارہ دے کر مصاحبت شروع کی تو یہی اس کی توبہ شمار ہوگی۔لیکن مدت مذکورہ گزر جانے کے بعد بھی اس پر ڈٹ گیا تو یہ بھی اضرار ہے جس سے دین اسلام نے منع کیا ہے۔

{4} رضاعت میں ضرر:

ضرر کی صورت دودھ پلانے میں بھی ہوتا ہے۔اللہ نے فرمایا ﴿لا تضار والدة بولدها ولا مولود لـــه بــولــده﴾ ''ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے اور باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔'' (البقرة: ۲۳۳)

امام مجاہد فرماتے ہیں:''یعنی ماں کو اپنے بچے کو دودھ پلانے سے روکا نہ جائے تاکہ ماں اس وجہ سے غمگین ہوں۔'' یعنی اگر کوئی شوہر اپنی مطلقہ کو اس کے بچے کو دودھ پلانے سے روک لے تو بچے کی یہ ماں غمگین ہوتی ہے تو یہ ضرر ہے جو کسی حالت میں جائز نہیں۔اسی طرح مطلقہ کی طرف سے دودھ پلانے پر عام اجرت سے زیادہ مانگ کر بچے کے باپ کو ضرر نہیں پہنچایا جائے گا۔

{5} خرید وفروخت میں ضرر رسانی:

نبی ﷺ نے بیع مضطر سے منع فرمایا۔یعنی کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا بھی ضرر رسانی ہے جو کسی حال میں جائز نہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے خطبے میں فرمایا(انــه سيــأتــي علـى النـاس زمـان عـضـوض يعض الموسر على ما في يديه ولم يؤمر بذلك) یہ تمام ضرر کی وہ صورتیں تھیں، جن میں نقصان پہنچانے والے کا کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا۔

ضرر کی دوسری صورت:

دوسرے کو ضرر پہنچانے میں اس کی کوئی غرض یا فائدہ مقصود ہوتا ہے۔مثلاً کوئی آدمی اپنی ملکیتی چیز میں اپنی مصلحت کی خاطر کوئی تصرف کرتا ہے، جس سے دوسرے کو نقصان پہنچتا ہے۔اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) کوئی شخص عادت وعرف کے خلاف اپنی ملکیتی رقبے میں ایک ہوادار دن میں آگ جلاتا ہے، جس سے